www.wilayattimes.com
اشاعت کا دوسرا سال

ہفت روزہ
ولایت ٹائمز
WILAYAT TIMES
سرینگر

اللہ کی ولایت مومنین اور متقین پر ہے وہ انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے

جلد:3 ☆ شمارہ نمبر:27 ☆ تاریخ:16 اکتوبر تا 22 اکتوبر 2017ء بمطابق 25 محرم تا 02 صفر 1439ھ ☆ صفحات:8

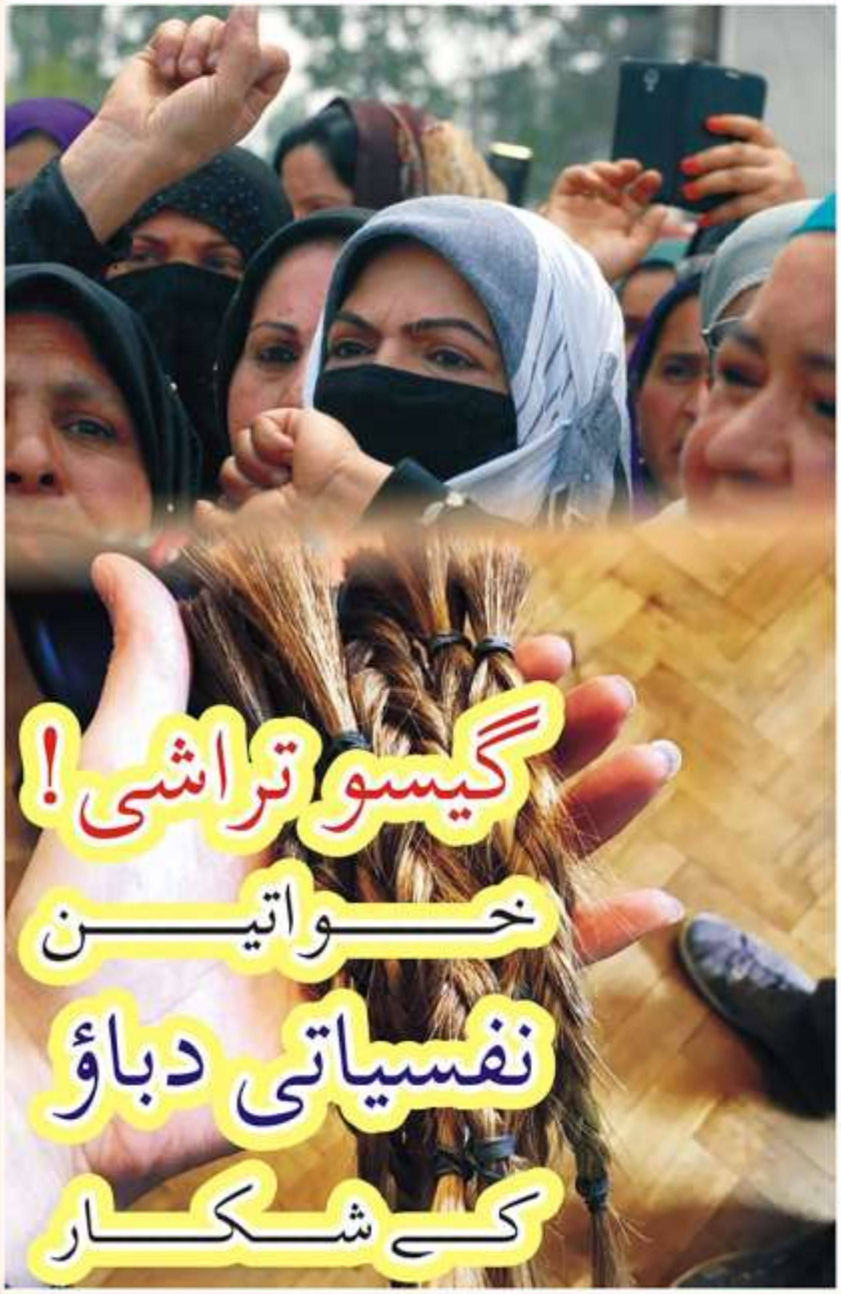

گیسو تراشی ایک منظم سازش ۵

سامراجیت کی ہر سازش کو ناکام بنانا ہوگا ۵

یمن کے بچے اللہ سے سوال کرتے ہیں؟ ۲

www.wilayattimes.com

یمن کے بچے اللہ سے سوال کرتے ہیں

اے اهل اسلام، اے ایك خدا اور ایك رسولؐ کے ماننے والوں، یمن میں ان بچوں کا بہتا خون قیامت کے دن ہم سب سے سوال کریگا، ہمارا راستہ روك کر کھڑا ہو جائیگا اور کہے گا بتاؤ جب ہم زندہ درگور ہو رہے تھے، جب ہماری آہوں اور سسکیوں نے ہمارے والدین کے سینے کباب کر دیئے تھے، جب مسیحا رو رہے تھے، جب ہم بھوك، پیاس، بمباری اور ادویات نہ ہونے کیوجہ سے لقمہ اجل بن رہے تھے تو تم نے ہمارے حق میں کیا کیا۔ مشرق و مغرب میں بسنے والے اهل اسلام کوئی جواب سوچ لو، یمن کے یہ معصوم بچے کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں فریادی بن کر آئینگے، انکی فریاد کے جواب میں وہ عدل کرنیوالا ہم سے ضرور پوچھے گا کہ تم نے ان بچوں کے لئے کیا کیا۔؟؟

تحریر: ڈاکٹر ندیم عباس

یمن کے شہر حدیدہ کا سب سے بڑا سرکاری ہسپتال ہے، اس میں مسلسل ایسے بچے لائے جارہے ہیں جو ہیضہ سے متاثر ہیں۔ بین الاقوامی میڈیا ان بچوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہے، بچے کیا ہیں؟ ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں، اپنی عمر سے بہت کم دکھائی دیتے ہیں، بے بسی کی علامت بنے والدین کسی قیمتی ترین اثاثے کی طرح ان بچوں کو انتہائی احتیاط سے بستر پر لٹا دیتے ہیں۔ بچے اور معصوم بچے تو دشمن کے بھی ہوں تو پیارے لگتے ہیں، یہ تو ان والدین کے اپنے چمن کے پھول ہیں، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ان کے دلوں کا سکون ہیں، لیکن اب یہ چمن اجڑنے کو ہے، اب یہ آنکھیں برسنے کو ہیں، تھوڑی ہی دیر میں کسی نہ کسی بچے کا دل دھڑکنا چھوڑ دیتا ہے اور کئی دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیتا ہے۔ جنگ کے بعد سے پانچ لاکھ لوگ ہیضے کی وبا کا شکار ہوئے ہیں، ملک کی بڑی آبادی بھوک کا شکار ہے، کھانا نہ ملنے کی وجہ سے یمن غذائی قلت کا شکار ہو چکا ہے۔ یمن میں موت کا رقص ہے، آسمان سے جہاز آگ برساتے ہیں اور جب اہل یمن ان کا جنازہ پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں تو پھر ان جنازوں پر بمباری کی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اور لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ یہ عمل تسلسل جاری ہے۔

اس جنگ میں سب سے زیادہ بچے متاثر ہو رہے ہیں، ننھے پھولوں سے قبرستان آباد ہو رہے ہیں، اب شہروں میں بچوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، کیونکہ کچھ کو بارود نے زیر زمین پہنچا دیا اور کچھ وبا کا شکار ہو کر ہسپتال میں دوائیاں نہ ملنے کے سبب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ میں ان ویڈیوز کو آبدیدہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور میرا ذہن خاتم الانبیاءؐ کے زمانے کی طرف چلا گیا ہے۔ رحمت دو عالمؐ کے والد ان کی ولادت سے پہلے اور ان کی والدہ بچپن میں ہی دنیا سے چلی گئیں تھیں۔ والدین کے دکھوں کو اپنا دکھ سمجھنے والے اللہ کے نبیؐ کو جب پتہ چلا کہ جنگ کے دوران کچھ بچے قتل کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے نبیؐ اس طرح تڑپ جیسے آپؐ کے جسم کے حصوں کو کاٹ دیا گیا ہو اور بار بار فرماتے تھے: بار الہا، اے بندوں پر ماؤں سے زیادہ رحم کرنے والے، میں ان کے اس عمل سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں، میرا ان کے اس عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لشکر کو بھیجتے وقت آقائے نامدار یہ ہدایات دیتے تھے کہ دیکھو بچوں کو قتل نہ کرنا، یہ ماؤں کے لئے فتن ہیں، یہ معاشرے کے لئے رحمت خدا کا باعث ہیں، ان کو کبھی قتل نہ کرنا، ان سے درگزر کرنا۔ اے مسلمانان عالم قرآن کے واقعات صرف اس لئے نہیں کہ ان کو ثواب کے لئے پڑھ کر آگے گزر جائیں، قرآن قیامت تک لوگوں کے لئے باعث ہدایت ہے۔

ذرا قرآن میں فرعون کے کردار پر بھی غور کر لیا کرو، قرآن نے کیوں اسے ایک قابل نفرت قرار دیا؟ اس کے بہت سے جرائم ہیں، ایک بڑا جرم یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو پیدا ہونے سے پہلے یا پیدا ہونے کے ساتھ ہی شہید کرا دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ جرم اس قدر قبیح تھا کہ اس نے اس کا قرآن میں تذکرہ کیا۔ آج یمن کے تڑپتے بچے، یمن کے سسکتے بچے، یمن کے بھوک سے بلبلاتے بچے، امت کی بے حسی پر نوحہ کناں ہیں۔ نبی اکرمؐ نے تو فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی مثال جسد واحد کی سی ہے، جسم کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے گی تو پورا جسم بے چین ہو جائے گا۔ بقول علامہ اقبال

اخوت اس کو کہتے ہیں، چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

افسوس تو اس بات کا ہے امت مسلمہ ان مظلوموں کے حق میں آواز کیا بلند کرتی، ان کے لئے ادویات اور کھانے کا انتظام کیا کرتی، ایک اتحاد کیا بھی تو اس بات پر کیا کہ ان کی بندرگاہیں اڑا دی جائیں، ان کے ائیرپورٹ بند کر دیے جائیں، رسد پہنچانے کے تمام ذرائع بند کر دیئے جائیں۔ جو کام دشمنوں نے کرنا تھا، جس کے خلاف ہم نے احتجاج کرنا تھا، وہ کام ہم نے خود کر دیا۔ بقول شاعر

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اے اہل اسلام، اے ایک خدا اور ایک رسولؐ کے ماننے والوں، یمن میں ان بچوں کا بہتا خون قیامت کے دن ہم سب سے سوال کرے گا، ہمارا راستہ روک کر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا بتاؤ جب ہم زندہ درگور ہو رہے تھے، جب ہماری آہوں اور سسکیوں نے ہمارے والدین کے سینے کباب کر دیے تھے، جب مسیحا رو رہے تھے، جب ہم بھوک، پیاس، بمباری اور ادویات نہ ہونے کی وجہ سے لقمہ اجل بن رہے تھے تو تم نے ہمارے حق میں کیا کیا۔ اے اہل اسلام یاد رکھو جیسے قرآن کہتا ہے روز محشر وہ بیٹیاں اللہ کی بارگاہ میں فریاد کریں گی، جنہیں ان کے والدین نے زندہ درگور کر دیا تھا اور دربار خداوندی کی چوکھٹ کو ہلا دیں گی کہ اے ارض و سما کے خالق، اے جنت و جہنم کو خلق کرنے والے، آج روز حساب ہے اور تو نے وعدہ کیا ہے کہ عدل فرمائے گا۔ آج ہم سوال کرتی ہیں، "**بای ذنب قتلت**" ہمیں کس جرم میں قتل کیا گیا؟ مشرق و مغرب میں بسنے والے اہل اسلام کوئی جواب سوچ لو، یمن کے یہ معصوم بچے کل قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں فریادی بن کر آئیں گے، ان کی فریاد کے جواب میں وہ عدل کرنے والا ہم سے ضرور پوچھے گا کہ تم نے ان بچوں کے لئے کیا کیا۔؟؟

امام زین العابدینؑ قیام کربلا کے نقیب

جب لوگوں نے امامؑ کا کلام سُنا تو زار وقطار رونے لگے۔ یزید نے گھبرا کر مؤذن کو حکم دیا کہ اذان شروع کر کے امامؑ کا خطبہ منقطع کر دے۔ مُوذن نے اذان پڑنی شروع کی جب مُوذن پکارا' اشہد ان محمد رسول اللہ۔ امامؑ رو پڑے اور یزید سے مخاطب ھو کر فرمایا یزید تجھے خدا کا واسطہ! بتا ___ کیا محمدؐ میرے نانا تھے یا تیرے ؟ یزید بولا۔آپکے۔ امامؑ نے سوال کیا۔۔پھر تو نے ان کے اہلبیتؑ کو کیوں شہید کیا؟ یزید سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ غرض یزید عوام و خواص میں رسوا ھوا اور قابل لعن و طعن بن گیا۔ اور امامؑ نے نقیب کربلا بن کر عزم کربلا اور مقصد حسینؑ کو زندہ' تابندہ و پائندہ رکھا۔

تحریر: امتیاز احمد انجم (کے اے ایس)
ساکنہ:۔شالبار ڈب گاندربل

حضرت امام زین العابدینؑ سیدالشہداء، حضرت امام حسین علیہ السلام کے فرزند ارجمند اور امیرالمومنین شاہ ولایت حضرت علی ابن ابیطالب کے پوتے تھے۔ آپ فقہ اثنا عشریہ کے چوتھے امام ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شاہ زناں عرف شہربانو تھا جو کہ فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ کی بیٹی تھیں اور خلافت علوی کے دوران اپنی بہن گیہان بانو کے ساتھ اسلامی فوج کے ہاتھ آگئیں تھیں اور حضرت علیؑ نے بی بی شہربانو کو امام حسینؑ اور گیہان بانو کو حضرت محمد ابن ابوبکر کی زوجیت میں دے دیا تھا۔

حضرت کا اسم گرامی علی اور کنیت ابومحمد، ابوالحسن اور ابوالقاسم تھی۔ آپ کے القاب میں سے زین العابدین، سیدالساجدین، ذوالثفنات اور سجاد و عابد مشہور ہیں۔ امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدین (عبادت گزاروں کی زینت) کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اسی طرح "سجاد" (سجدہ کرنے والا) اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریباً ہر کار خیر پر سجدہ کرتے تھے۔ اور کثرت سجود کی وجہ سے آپ کے مواضع سجود پر گھٹے پڑ جاتے تھے۔ جس کو کٹوانا پڑتا تھا۔ اسی لئے آپ کا لقب ذوالثفنات (گھٹے والا) پڑ گیا۔

امام زین العابدینؑ ۳۸ھ میں جمادی الاول یا جمادی الثانی کی ۱۵ تاریخ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ افسوس کہ آپ کی ولادت کے چند روز بعد ہی آپ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ اپنی ماں کے آغوش میں پرورش پانے کا لطف نہ اُٹھا سکے۔ اپنے دورامامت میں امامؑ درج ذیل اموی خلفاء کے ہم عصر رہے۔

(۱) یزید ابن معاویہ (۶۱ھ تا ۶۴ھ)۔ (۲)۔عبداللہ ابن زبیر (۶۱ھ تا ۷۳ھ)۔ (متوازی حکومت) (۳)۔معاویہ ابن یزید (۶۴ھ کے چند ماہ)۔ (۴) مروان ابن حکم (۶۵ھ کے نو ماہ)۔ (۵) عبدالملک ابن مروان (۶۵ھ تا ۸۶ھ)۔ (۶) ولید ابن عبدالملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ)

امام سجادؑ ماہ محرم الحرام ۶۱ھ میں اپنے والد امام حسینؑ کے قیام اور آپ کی شہادت کے وقت سرزمین کربلا پر موجود تھے۔ لیکن مریض ہونے کے سبب آپ کو اذن جہاد نہیں ملا اور اس طرح آپ حسینی قافلے میں زندہ بچنے والے واحد مرد تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ نے خانوادہ حسینی کے پسماندگان کی سربراہی اور امام حسینؑ کے قیام و شہادت کے پیغام کی نشر و اشاعت کی ذمہ داری سنبھالی۔ سانحہ کربلا کے بعد آپ کو اہل حرم کے ساتھ یزیدی حکومت نے قریباً ایک سال کے لئے مقید رکھا۔ افسوس کہ بعض جاہل افراد امام زین العابدینؑ کو بیمار امام کے نام سے یاد کرتے ہوئے گمان کرتے ہیں کہ شاید امام کا جسم زندگی بھر لاغر، چہرہ زرد اور روح مرجھائی ہوئی تھی جو کہ حقیقت کے برعکس ہے۔ دراصل آپ الٰہی مصلحت کے تحت کربلا میں مختصر مدت کے لیے بیمار تھے جسکے بعد آپ کو کامل شفا نصیب ہوئی اور قید سے رہائی کے بعد تقریباً ۳۴ سال تک سالم جسم کے ساتھ زندہ رہے اور اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ آپ نے ہمیشہ کربلا کی یاد کو زندہ اور تر و تازہ رکھا تاکہ لوگ حکومت کے مظالم اور زیادتیوں کو نہ بھولیں اور ان میں کربلا کی جذبہ اور عاشورائی ثقافت زندہ رہے۔ کہتے ہیں کہ امام جب بھی پانی پینا چاہتے اور آپ کی نظر پانی پر پڑتی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

معرکہ کربلا کی تمام آگیں داستان تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ انسانیت کا افسوس ناک سانحہ ہے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب یزیدیوں نے حسینی خیموں میں آگ لگائی تو اس وقت امام زین العابدینؑ بھی اپنے خیمے میں بستر علالت پر پڑے تھے۔ یہ تو کمال تھا فاتح خیبر کی شیر دل بیٹی اور امامؑ کی پھوپھی حضرت زینب کبریٰ کا جنہوں نے جلال حیدری کا مظاہرہ کر کے دوسری خواتین اور بچوں کے ساتھ اپنے بھتیجے امام سجادؑ کو بھی آگ کے شعلوں سے بچایا۔ شام غریباں آل علیؑ پر بہت سخت گزری۔ لوٹ مار اور آتش زنی کے بیچ مخدرات عصمت کی روائیں تک چھین لی گئیں۔ تمام اسیروں کو رسیوں میں باندھ دیا گیا۔ جب کہ امام سجادؑ کے گلے میں طوق اور ہاتھوں اور پیروں میں آہنی زنجیریں پہنائی گئیں اور نہایت ہی جبر و زیادتی کے ساتھ یہ لٹا ہوا قافلہ پہلے کوفے اور پھر شام کے بازاروں اور درباروں میں پھرایا گیا۔ شاید اس لئے کہ عوام میں رعب بیٹھ جائے اور کربلا لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائے۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ امام زین العابدینؑ نے ستم رسیدہ اور اسیر ہونے کے باوجود اپنی پھوپھی جان سیدہ زینب بنت علیؑ کے ساتھ مل کر جگہ جگہ پر جوش، پُر اثر اور فصیح و بلیغ اور یادگار خطبات دئے جن کی بدولت حق آشکار ہو گیا۔ لوگوں کو کربلا کی حقانیت اور حقیقت کا علم ہوا اور شاہی محلات کے در و دیوار لرز اٹھے۔

کتاب لہوف ۹۸ میں ہے کہ کوفہ پہنچنے پر امام سجادؑ نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جسکے بعد آپ نے خطبہ دینا شروع کیا۔ حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں علی ابن حسین ابن علی ابن ابیطالب ہوں۔ میں اسکا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی' جس کا سامان لوٹ لیا گیا' جس کے اہل و عیال قید کئے گئے' جو ساحل فرات پر پیاسا ذبح کر دیا گیا اور بغیر کفن و دفن کے چھوڑ دیا گیا اور جس کی شہادت ہمارے لئے باعث فخر ہے۔۔۔ اے لوگو! ذرا سوچو تم ہی نے میرے پدر بزرگوار کو خط لکھا اور پھر دھوکہ دیا۔ تم رسول خدا (ص) کو کیا منہ دکھاؤ گے جب وہ تم سے بازپرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہل حرم کی بے حرمتی کی۔

اسی طرح یزید کے دربار میں جناب زینب کبریٰ (س) کے لاجواب اور یادگار خطبے کے بعد جب حضرت امام زین العابدینؑ کو منبر پر تشریف لیجانے کا موقع ملا تو آپ نے نہایت شیریں زبان میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کربلا کی حقیقت بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ لوگو! خدا نے ہم اہلبیت کو پانچ چیزوں سے فضیلت بخشی۔ ۱۔ خدا ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت رہی اور ہم ہی معدن نبوت و رسالت ہیں۔ ۲۔ ہماری ہی شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں اور ہم ہی نے لوگوں کی ہدایت کی۔ ۳۔ شجاعت ہماری ہی گھر کی کنیز ہے۔ اور فصاحت ہمارا ہی حصہ ہے۔ ۴۔ ہم ہی صراط مستقیم' مرکز ہدایت اور منبع علم ہیں۔ ۵۔ ہمارے دوست (روز قیامت) سیر و سیراب ہوں گے اور ہمارے دشمن بدبختی میں ہوں۔

جب لوگوں نے امامؑ کا کلام سُنا تو زار و قطار رونے لگے۔ یزید نے گھبرا کر مؤذن کو حکم دیا کہ اذان شروع کر کے امامؑ کا خطبہ منقطع کر دے۔ مؤذن نے اذان پڑنی شروع کی جب مؤذن پکارا اشہدان محمد رسول اللہ۔ امامؑ رو پڑے اور یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا یزید تجھے خدا کا واسطہ! بتا کیا محمدؐ میرے نانا تھے یا تیرے؟ یزید بولا آپ کے۔ امامؑ نے سوال کیا۔۔ پھر تو نے ان کے اہلبیتؑ کو کیوں شہید کیا؟ یزید سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ غرض یزید عوام و خواص میں رسوا ہوا اور قابل لعن و طعن بن گیا۔ اور امامؑ نے نقیب کربلا بن کر عزم کربلا اور مقصد حسینؑ کو زندہ' تابندہ و پائندہ رکھا۔

۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ کو تاریخ اسلام کا ایک اور نہایت ہی افسوسناک واقعہ پیش آیا جسے واقعہ حرہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کربلا کی طرح یہ واقعہ بھی یزید کے حکم سے انجام پایا جس دوران یزیدی فوج نے مسلم ابن عقبہ کی سربراہی میں اہلیان مدینہ کی بغاوت کچلنے کی آڑ میں مدینۃ النبی کی سخت بے حرمتی کی۔ چیدہ چیدہ اصحاب رسولؐ مہاجر و انصار شہید کر دئے گئے۔ تین دن کے لئے شامی فوج کی خاطر مدینہ کی خواتین کو حلال کر دیا گیا۔ مسجد نبویؐ اور حرم رسولؐ میں گھوڑے بندھوائے گئے۔ یہاں تک کہ لید کے انبار لگ گئے۔ امام زین العابدینؑ نے الٰہی مصلحت کے تحت اس بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

امام زین العابدینؑ کی ذاتی صفات میں سے آپ کی اعلیٰ شان عبادت ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ وقت وضو آپ کا چہرہ مبارک خوف خدا سے زرد ہو جاتا تھا۔ نماز کے دوران روتے روتے آپ کی آنکھیں پھول جایا کرتی تھیں۔ پاؤں سوج جاتے تھے اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے تھے۔ علماء فریقین کا ارشاد ہے کہ ایک شب جبکہ آپ نماز تہجد میں مشغول تھے شیطان ایک خوفناک اژدہے کی صورت میں آپ کے قریب آ گیا اور آپ کے پائے مبارک کو کاٹنا شروع کیا۔ امامؑ پر شیطان کی اس حرکت کا کوئی اثر نہیں ہوا اور آپ بدستور بارگاہ ایزدی میں منہمک و مصروف رہے اور نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے اُس شیطان ملعون کو ایک طمانچہ مار کر دور ہٹا دیا۔ اس وقت ہاتف غیبی نے انت زین العابدینؑ کی صدا دی۔

عشق جد خود امام اولیاء
چوں پدر مشہور در صبر و رضا
در عبادت این قدر سرگرم بود
انت زین العابدینؑ آمد ندا

امام سجادؑ کی اجتماعی و دینی خدمات اور ثقافتی کاوشوں میں عاشور کی یاد اور مقصد کو زندہ رکھنا' لوگوں کی نصیحت اور ہدایت کرنا' دعا اور مناجات کے پیرائے میں اسلامی معارف کو بیان کرنا' درباری علماء کے خلاف جہاد' احکام شرعی اور اخلاقی و تربیتی مطالب کی تبلیغ و ترویج اور محتاج افراد کی کفالت وغیرہ شامل ہیں۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے آپ کی برائی کی لیکن آپ نے بے توجہی برتی۔ اس شخص کے دوبارہ مخاطب ہونے پر آپ نے فرمایا کہ میں حکم خدا واعرض عن الجاہلین (جاہلوں کی بات کی پرواہ مت کرو) پر عمل کر رہا ہوں۔

آپ کی زندگی کا ایک اور درخشاں پہلو محتاجوں' یتیموں اور مسکینوں کی کفالت ہے۔ آپ شہر مدینہ کے سو گھرانوں کی ضروریات پورا کرتے تھے۔ راتوں کو چھپ کے اپنے کاندھوں پر اشیائے خورد و نوش سے بھری گٹھریاں اور بوریاں اُٹھاتے اُٹھاتے آپ کے شانے زخمی ہو جاتے تھے جن پر روئی باندھی جاتی تھی۔

چونکہ امام سجادؑ ایسے گھٹن کے دور میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ جس میں وہ اپنے پسندیدہ مطالب کو کھل کر بیان نہیں کر سکتے تھے لہٰذا آپ نے موعظہ اور دعا و مناجات کی روش کو استعمال کر کے عوام کو صحیح اسلامی فکر سے متعارف کرانے کی سعی کی۔ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ صحیفہ سجادیہ کے نام سے مشہور ہے۔ جسے علماء نے اخت القرآن' انجیل اہلبیت' زبور آل محمدؐ جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ صحیفہ سجادیہ مختلف دعاؤں پر مشتمل ہے۔ جن میں خالق سے حاجت طلبی اور راز و نیاز کے علاوہ عقائد' تمدن' اجتماع و سیاست سے مربوط مسائل اور اختصاراً احکام شرعی اور قوانین طبیعت بھی دعا کے قالب میں ڈھالے گئے ہیں۔ اسی طرح بطور یادگار امامؑ کی اخلاقی تعلیمات کا ایک نمونہ رسالۃ الحقوق باقی رہ گیا ہے۔

امام زین العابدینؑ نے اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی تھی لیکن آپ کے روحانی اقتدار کی وجہ سے خلیفہ وقت ولید ابن عبدالملک نے زہر کے ذریعے آپکو شہید کر دیا۔ (صواعق محرقہ ۱۲۰) آپ کا یوم شہادت ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ ہے جبکہ آپ کی عمر ۵۷ برس کی تھی۔ آپ کی نماز جنازہ آپکے فرزند حضرت امام محمد باقرؑ نے پڑھائی اور آپ مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں اپنے چچا امام حسن مجتبیٰ کی قبر کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ آپ کے اولادوں میں امام محمد باقرؑ اور جناب زید شہید مشہور ہیں۔ (ختم شد)

گیسو تراشی کے بڑھتے واقعات سے خواتین نفسیاتی دباؤ کے شکار، عوام اپنی مدد آپ کر رہے ہیں

ولایت ٹائمز ڈیسک رپورٹ

سرینگر/ گیسو تراشی کے متواتر واقعات سے پیدا شدہ خوف و دہشت کے ماحول کے نتیجے میں خواتین نفسیاتی دباؤ کی شکار ہو رہی ہیں جبکہ ماہرین نفسیات کا ماننا ہے کہ اگر فوری طور پر خوف کا ماحول ختم نہیں کیا گیا تو اسکے بھیانک اور خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس دوران پُر اسرار وبا سے نمٹنے کیلئے شہر و دیہات میں نوجوانوں نے اپنی مدد آپ کے تحت رضا کارانہ طور پر شبانہ گشت مہم شروع کر دی۔ نوجوانوں کا کہنا ہے کہ شرانگیز سرگرمیوں نے تمام حدیں پار کیں اور اب ملوثین کو بخشا نہیں جائیگا۔ "ولایت ٹائمز" نے نقل کیا ہے کہ "کے این ایس" کے مطابق مکمل وادی کشمیر میں گیسو تراشی کے پُر اسرار معمہ نے دستک دی، جس نے ہر گزرتے دن کے ساتھ سنگین اور تشویشناک رخ اختیار کیا۔ اب تک وادی کشمیر میں 100 سے زائد گیسو تراشی کے پُر اسرار واقعات رونما ہوئے تاہم بہترین انٹلی جنس نیٹ ورک میں شمار ہونے والی ریاستی پولیس کو اس معمہ کو سلجھانے کے حوالے سے ابھی تک کوئی ٹھوس سراغ ہاتھ نہیں آیا۔ عام لوگوں خاص طور پر خواتین میں کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خواتین اب نفسیاتی دباؤ کی شکار ہو رہی ہیں۔ ماہرین نفسیات کا ماننا ہے کہ اگر خوف کا ماحول کافی دیر تک قائم رہتا ہے تو نفسیاتی دباؤ تشویشناک رخ اختیار کر سکتا ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا تھا "جو معاشرے گوناں گوں مسائل کا شکار ہوتے ہیں ان معاشروں میں رہنے والے لوگ مختلف ذہنی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں"۔ قابل ذکر ہے کہ کشمیری معاشرہ تین دہائیوں کے نامساعد حالات، غیر یقینی صورتحال اور سیاسی مسائل کے حل طلب ہونے کے سبب مختلف مسائل کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ ایک طرف جہاں مہنگائی کا بڑھتا ہوا سیلاب ایک عام اور غریب آدمی کیلئے موت سے کم نہیں یہ وہ مسئلہ ہے جو غریبوں اور محنت کشوں کیلئے تمام نفسیاتی مسائل کی جڑ ہے، دوسری طرف غیر یقینی صورتحال نے چیلنجز کو جنم دے رہی ہے۔ اب گیسو تراشی کے پُر اسرار معمہ نے پوری وادی کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے، جس نے ہر ایک شخص کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ گیسو تراشی کے بڑھتے واقعات کے سبب عام زندگی متاثر ہو رہی ہے جبکہ سر شام ہی لوگ گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں حکومت اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے عوام کو اس غیر یقینی صورت حال جو عوام کو ذہنی طور پر بیمار کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے جتنی جلد ہو سکے نکالے۔ ورنہ پورا معاشرہ ذہنی امراض کی آماجگاہ بن جائیگا۔ ماہرین نفسیات کا ماننا ہے کہ معاشرے میں رونما ہونے والے دلدوز مناظر، انسانی ذہن پر اثر انداز ہونے والے ناگہانی واقعات، بد امنی، بے سکونی، عدم تحفظ، عدم اطمینان، معاشی مسائل، عورتوں کیساتھ ہونے والی زیادتیوں کی وارداتیں جب عام ہو جائیں تو اس معاشرے کے انسان ذہنی دباؤ، ذہنی تناؤ، ذہنی کھچاؤ، فکر، خوف اور ٹینشن جیسے ذہنی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں، لہٰذا ان تمام مسائل کا فوری تدارک ضروری ہے۔ ادھر گیسو تراشی کی وبا، پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ناکامی کے باعث نوجوانوں نے خواتین کے تحفظ کیلئے رضا کارانہ طور شبانہ گشتی ٹیمیں تشکیل دیں۔ معلوم ہوا ہے کہ شہر خاص کے رعناواری، نواب بازار، صفا کدل، نوا کدل، فتح کدل، نوہٹہ، خانیار، عالی کدل اور دیگر علاقوں کے علاوہ سیول لائنز علاقوں جن میں کرسو راجباغ، چھانہ پورہ، نٹی پورہ، مجبور نگر، وغیرہ شامل ہیں، میں نوجوانوں نے رضا کارانہ طور گشتی ٹیمیں تشکیل دیں اور نوجوان الگ الگ گروپوں میں رات بھر اپنے اپنے علاقوں میں اپنی ماں، بہنوں کی حفاظت کیلئے سرد راتوں میں پولیس فورس کی طرز پر ڈیوٹیاں دیتے ہیں۔ رات بھر گشت دینے والے چند رضا کار نوجوانوں نے کے این ایس سے بات کرتے ہوئے کہا "ہم اپنی ماں، بہنوں کی حفاظت کیلئے سڑکوں پر ہیں، ہمیں کوئی شوق نہیں کہ ہم رات بھر سڑکوں پر رہیں لیکن اگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ہمیں تحفظ فراہم نہیں کر سکتے، ہمارے پاس دوسرا کیا آپشن ہے؟"۔ ان کا کہنا ہے کہ شرانگیز سرگرمیوں نے تمام حدیں پار کیں اور اب ملوثین کو بخشا نہیں جائیگا۔

"درباری مو" کی روایت مہاراجہ کے زمانے سے جاری

روایت ختم کرے گا کون تاکہ عوامی مشکلات حل ہو سکیں؟

ولایت ٹائمز ڈیسک

سرینگر/دربار مو ریاستی خزانے کے اوپر بوجھ بن گیا ہے۔ دہائیوں سے چلی آرہی اس رسم کو ختم کرنے کیلئے کسی بھی حکمران نے سنجیدگی کے ساتھ اقدامات نہیں اٹھائے بلکہ دونوں صوبوں کے لوگوں کو خوش رکھنے کیلئے عوامی پیسے کو پانی کی طرح ضائع کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جھاڑے کے موسم میں جب وادی کے لوگوں کو اپنے چنے ہوئے نمائندوں اور سرکار کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جموں منتقل ہو جاتے ہیں اور جب جموں صوبے کے لوگوں کو موسم گرما میں سرکار اور اپنے نمائندوں کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ سرینگر میں قیام کرتے ہیں جبکہ لداخ کے لوگوں کو اپنے مشکلات کا ازالہ کرنے کیلئے دونوں موسم سرما اور گرما میں جموں یا سرینگر آنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ "ولایت ٹائمز" نے نقل کیا ہے کہ "سی این آئی" کے مطابق مہاراج کے وقت سے دربار موکی اس روایت کو جاری رکھنے سے ہر سال ریاست کے سرکاری خزانے کو کروڑوں روپیہ صرف کرنے پڑتے ہیں اور اس رسم کو ختم کرنے کیلئے کسی بھی حکمران نے عوام کی ناراضگی مول لینے کا خطرہ مناسب نہیں سمجھا بلکہ عوام کے خون پسینے سے ادا کئے جانے والے ٹیکس کو دربار مو پر خرچ کی جانے والی روایت کو برقرار رکھنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ ریاست جموں وکشمیر ملک کی تمام ریاستوں میں سے غریب ترین ریاست ہے جس کے پاس وسائل کی کمی نہیں جبکہ مسائلوں کے انبار لگے ہوئے ہیں اور اس ریاست کو یہ درجہ بھی حاصل ہے کہ اس کی راجدھانی 6ماہ سرینگر اور 6ماہ جموں منتقل ہو جاتی ہے اور اس منتقلی پر ہر سال سرکاری خزانے سے کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کی کارروائی انجام دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں تینوں صوبوں کے لوگوں کو مشکلات، مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ ریاست جموں وکشمیر میں سرکاری اداروں کو چلانے کیلئے مرکزی حکومت کی امداد پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور اپنے وسائل پیدا نہ کرنے کے باعث جموں وکشمیر کی ریاست ہر سال مسائل کے گھیرے میں آتی ہے جن کا ازالہ کرنے کے بجائے ان پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور لوگ نہ صرف جمہوری عمل سے بدظن ہو کر رہ جاتے ہیں بلکہ رشوت خوری اور بدعنوانیاں منظر عام پر آجاتی ہیں اور ریاست جموں وکشمیر کے لوگوں کو بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہونا پڑ رہا ہے۔ کسی بھی حکمران نے گزشتہ 6دہائیوں سے جب ریاست جموں وکشمیر کو شخصی راج سے نجات حاصل ہوئی دربار موکی اس روایت کو ختم کرنے کیلئے جرات مند فیصلہ نہیں لیا بلکہ اس روایت کو جاری رکھنے کیلئے بھرپور طریقے سے مدد فراہم کی۔ سیول سیکریٹریٹ کے دفتروں میں تعینات ملازمین کو دربار مو کے سلسلے میں ٹی اے اور ڈی اے کے نام پر کروڑوں روپیہ فراہم کئے جاتے ہیں اور سرکاری ریکارڈ جموں سے سرینگر اور سرینگر سے جموں لانے اور لیجانے کیلئے بھی کروڑوں روپیہ خرچ کرنے پر سرکار کو مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ جب وادی کے لوگوں کو جھاڑے کے موسم میں سرکار کی ضرورت ہوتی ہے تو سرکار جموں میں موجود رہتی ہے اور جب جموں صوبوں کے لوگوں کو گرمی کے موسم میں اپنے چنے ہوئے نمائندوں اور سرکار کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ سرینگر میں رہتی ہے۔ اس روایت کی وجہ سے ریاست کے لوگوں کو کتنے مسائل اور مشکلات برداشت کرنے پڑتے ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور عوامی حلقے اس بات پر حیران ہے کہ جمہوریت کو مضبوط، مستحکم کرنے کے جو دعوے اور وعدے کئے جا رہے ہیں کیا ایسے حکمران اور سیاسی قیادت یہ جرات مند فیصلے نہیں لے سکتے ہیں کہ دربار موکی اس روایت کو ایک دفعہ ختم کر کے سیول سیکریٹریٹ کے دفتروں کو ایک جگہ پر قائم کرنے کی کوشش کی جائے جبکہ تینوں صوبوں کے لوگوں کے مشکلات کا ازالہ کرنے کیلئے سرکار کو سنجیدہ نوعیت کے فیصلے لینے ہونگے۔ دربار موکی اس روایت کو ختم کرنے سے اگر چہ کسی حد تک عوامی ناراضگی بھی مول لینی پڑے گی تاہم ایسے حکمران کا نام تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا جو اس روایت کو ختم کرنے کا تاریخی فیصلہ لے گا۔ عوامی حلقے اس بات پر بھی حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں کہ حکمران ریاست کے لوگوں کے مشکلات ومصائب سے پوری طرح سے آگاہ ہے اور اس بات کا بھی انہیں احساس ہے کہ مرکزی امداد کے بغیر ریاست میں حکومتیں چلانا آسان کام نہیں ہے تاہم اس کے باوجود ایک ایسی روایت پر ہر سال 30سے40 کروڑ روپیہ خرچ کئے جا رہے ہیں جو نہیں ہونے چاہئے تھے اور اگر یہی رقومات ہر سال ریاست کے تینوں صوبوں کے لوگوں کی فلاح وبہبود پر خرچ کی جائیں تو انہیں راحت مل سکتی ہے ریاست میں وسائل کی کمی کے باعث آمدنی بھی قلیل ہے سرکاری ملازمین کو تنخواہیں فراہم کرنے کیلئے بھی مرکزی حکومت کے سامنے کشکول لے کر جانا پڑتا ہے اور اس کے باوجود دربار موکی فضول رسم پر سالانہ کروڑوں روپیہ خرچ کرنا کون سی دانشمندی ہے۔

گیسوتراشی ایک منظم سازش: متحد و ہوشیار رہنے کی ضرورت: مولانا حامی

سرینگر/گیسوتراشی کا معاملہ حل کرنے کے بجائے اس کو مزید پیچیدہ بنا کر اور ریاست کی عزت مآب خواتین کو طرح طرح کے ہتک آمیز القاب سے نوازنے پر برہمی کا اظہار کرتے ہوئے وادی کشمیر کے معروف عالم الدین اور کاروان اسلامی جموں کشمیر کے امیر مولانا غلام رسول حامی نے کہا کہ کشمیر کی ماں بہنوں کے ساتھ ایسے شرمناک واقعات قابل صد افسوس ہیں اور ایسے واقعات کو سراسر عزت کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے مترادف قرار دیا جائے اور اس گھناؤنی سازش کی آڑ میں اب مزید جرائم کا ارتکاب ہونا شروع ہو چکا ہے۔ انہوں نے ریاستی عوام سے اپیل کی کہ وہ گیسوتراشی کرنے والے افراد کی نشاندہی کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی ایسے شخص کی عزت پامال نہ ہو جس کا ان واقعات کے ساتھ دور دور کا تعلق نہیں ہو۔ "ولایت ٹائمز" کو موصول بیان کے مطابق مرکزی جامع مسجد اہلحدیث سرینگر میں نماز جمعہ سے قبل ایک بھاری عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے امیر کاروان نے کہا کہ جس طریقے سے حالات کو بنایا جا رہا ہے اس کا اثر اب ریاست کی سیاحت، تعلیم اور روز مرہ کی زندگی پر براہ راست پڑنا شروع ہو گیا ہے جس سے یہ صاف ہو رہا ہے کہ گیسوتراشی کا معاملہ ایک منظم شدہ سازش کے تحت چلایا جا رہا ہے تاکہ ریاست میں خوف و دہشت کو مزید بڑھاوا دیا جائے اور ریاست میں انارکی اور خانہ جنگی کا ماحول پیدا کیا جائے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ کشمیری عوام کو کسی بھی تحقیقاتی اور سکیورٹی ادارے سے امید وابستہ کرنے کے بجائے خود اعتمادی اور ہوشیاری سے اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے اپنی بستیوں میں چاک و چوبند رہنے کی اشد ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا ہندوستان کی دیگر ریاستوں میں چند واقعات رونما ہوئے تھے جس کو لیکر میڈیا نے ڈبیٹس اور خبریں چلائی تھی لیکن مظلوم ریاستی عوام کی آواز کو جس طریقے سے دبایا جا رہا ہے وہ اس دوہری پالیسی کا ثبوت ہے جس کو لیکر پہلے ہی سوالات اٹھ رہے ہیں۔ انہوں نے ان اداروں سے سوال کر کے کہا جو مطلوبہ افراد کو رات کی اندھیری میں بھی بستیوں سے چن کر نکالنے میں کوئی چوک نہیں کرتے وہ ایک مہینے کے عرصے سے کسی گیسوتراش کو نشانہ بنانے میں کامیاب کیوں نہیں ہوتے جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ معمول کی طرح کسی منصوبہ بند سازش کا ہی حاصل ہے جس کا پردہ فاش ہو چکا ہے۔ امیر کاروان نے کہا کہ زندگی کے ہر مرحلے میں مسلمان کو چاہئے کہ اللہ و رسول کے مقرر کردہ اصولوں پر پابندی سے قائم رہیں تاکہ مصیبت کی گھڑیوں میں اللہ کی نصرت کو ضرور اپنے ساتھ پائیں۔

سامراجیت کی ہر سازش کو ناکام بنانے کیلئے متحد ہونے کی ضرورت: مولانا قمی

سرینگر/بیروان دلایت جموں وکشمیر نے امریکہ اور اس کے مسلم اور اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے جمہوری اسلامی ایران کے فوجی بازو پاسداران انقلاب اسلامی کو دہشت گرد قرار دینے کے مذموم پرانا شدید رد عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی ہے کہ یہ قوتیں ہر محاذ پر اسلام اور اسلام کے حقیقی پیروکار کے ہاتھوں شکست فاش کیا گئی ہے اسی لئے آخری حربے کے طور پر ایران کے فوجی بازو کو کمزور کرنے کے لئے ایک منصوبہ بند سازش پر عمل درآمد کرانے کے لئے ایک ایسی فضا بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ "ولایت ٹائمز" کو موصولہ بیان کے مطابق بیروان ولایت کے سرپرست مولانا سید محمد شبیر قمی نے ملت اسلامیہ جہاں سے درخواست اور دردمندانہ گزارش کی کہ وہ اس نازک وقت میں متحد ہو کر اسلام دشمن قوتوں کے عزائم کو ناکام بنائے۔ مولانا قمی نے کہا کہ اب جبکہ امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک کے پیدا کردہ دہشت گرد جس میں داعش، دعوت اسلامی، القاعدہ، النصرہ شامل ہے کو اسلام کے حقیقی پیروکاروں نے ہر محاذ اور ہر میدان میں شکست سے دوچار کر دیا ان کے آقا اپنے دل برداشتہ ہو گئی ہے اسی لئے دوہری سازشوں میں مصروف ہو گئی ہے لیکن ہمارا یہ ماننا ہے کہ خدا وند متعال ان کو ہر محاذ پر ناکام بنا دے گا۔ مولانا قمی نے کہا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دین اسلام کا مطالعہ کریں اور اسلام کے آفاقی اصولوں پر کاربند ہو جائیں انہوں نے کہا کہ اسلام کو دہشت گردی کا دین بنانے کے لئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے بے تحاشہ دولت صرف کی۔ تاہم اسلام کے حقیقی ماننے والوں نے انہیں ہر سطح اور ہر میدان میں ناکام بنا دیا انہوں نے کہا کہ ملت اسلامیہ جہاں کو چاہئے کہ وہ آپسی ہو جائیں۔ سامراجیوں کی ہر سازش کو ناکام بنانے کے لئے متحد ہو جائیں۔

Modern Education has failed to achieve Desirable Results

A teacher is an ascendant personality to whom Imam Ali a.s says: "I am slave to the person who taught me even a single word, is entitled that he can sell me or set me free."

SHUJAAT HUSSAIN

Since the birth of the cosmos when Humans started breathing in the chamber of survival(earth), there has been the super escalation in the behaviour of humans. They have burned their candles from both the ends to morph themselves into the reputed and esoteric specie, they polished their outspoken to make listeners comfortable with them, they changed their styles by jostling the bad traits, they turned the insidious things upside down and atlast they grabbed the hold of impervious and innocuous life by obfuscating the fiefdom of ignorance and catastrophic tenets.Education orchestrated all the elements of human life which had been in sixes & sevens for centuries. Nothing in the world could have transformed the humans ,have there not been the word "learning" and learning the positivism is the "education." Beasts then , wilderness cemented in them , hawkish masses then, draconianism placed in them have been now replaced with mannered outfit, pacification overflowing now, clemency is common and importantly tenets are their to guide the humans. We may say that other things also changed humans but never can exist a thing which changes a human and doesn't relate itself to EDUCATION.

Education ,if looked at beyond its conventional boundaries, forms the very essence of all our actions. What we do is what we know and have learned, either through instructions or through observation and assimilation. When we are not making an effort to learn, our mind is always processing new information or trying to analyze the similarities as well as the tiny nuances within the context which makes the topic stand out or seem different. If that is the case then the mind definitely holds the potential to learn more, however, it is us who stop ourselves from expanding the horizons of our knowledge with self-doubt or other social, emotional, or economic constraints.

While most feel that education is a necessity, they tend to use it as a tool for reaching a specific target or personal mark, after which there is no further need to seek greater education.Nonetheless, the importance of education in society is indispensable and cohering that is why society and knowledge cannot be ever separated into two distinct entities.Education is the only thing which replaces the ignorance and ameliorates the whole society. There can be no doubt that schools prove to be the key of education.In the days gone by, often people used to criticize the education & kept their children aloof from education.Verily, either they weren't able to pay their school fee or afford to accomplish homely tasks.But the people who were educated left no stone unturned to infuse life into death by giving possible education to their children.In today's world,education is so easy to wangle that in a single second,whole world can be studied.Earlier,no facility was there to facilitate an individual in the field of education but present era is the era of facilities even in a one blink,one can cross the seven skies.I have seen so many people with the degrees like M.A, M.ed, B.ed , PHD, M.Phill, M.sc, M.Com, B.tech, B.Arc, etc. But they all are useless here .why such nightmares happen ,this is because either they haven't understood real meaning of education or they aren't ready to render their survices to the society. They even ignore sayings like "walk while you have the light, lest darkness comes over you." Apart from the fact, viewing present age,nobody studies for being truely educated,for being immaculated,for being stainless,for being awaken from obscurity,for giving some hope to the society and so on but the education means to them the degree & the certificate whether they are worthy or not. If we go for the meaning of education from house to house,we'll only know that education means awakenment from the ignorance & to bring the internal revolution in one's ownself.How strange is this world that one who learns onething,thinks that he is dexterous of all.It is all the effect of modern education which has pulverised the man with the arrogance & egotism.Even some people go beyond the religion as they are dispising the holy religion books by turning a blind eye to it. If i ask them to say something about religion or Almighty's bounties,they make fun of me by the sentence 'hahaha Religion,just change the topic'. It is said that ' even sun rays can't burn anything unless brought to focus'. This focus gets generated in the people when learn they meaning of real education & when they inherit most of knowledge about religion. And with this focus, they can replace the vilification and defamation with the truth and fame.Even though moonlight proves to be hegemonic to the nights by replacing darkness but with the formation of clouds,moon seems to be extunguished.Even clouds dominate the both sunlight & moonlight. Same is with the current people as although they have got much knowledge and achieved the peak of education yet they are so blemished which plays the role of clouds in their twinking abilities which turns them into ignorants & quenches their life with darkness.Prophet Mohammad (pbuh) says;

"The greatest jihad is to battle your own soul,to fight the evil within yourself."

It reveals that the biggest success is to throw away the curtain of opaqueness/ spotness from the hearts even from the eyes.Since eyes have the ability to focus the infinite objects but heart has the ability to check the variations seen in objects.Therefore both are complementary to each other and both play a vital role in generating ascendance which is possible because of throwing away of such curtain which is only possible because of sweater education.In addition,discipline which is learnt with respect to education as more the education we get,more we learn discipline but sadly,I am having to say that nowaday0s,discipline is less seen in we people because we haven't portrayed the theme of education well.A candid can be delineated by the truth of education which should be carved in them.Comming to the truth,present education has failed to achieve desirable results.Verily,the reason behind that is the carelessness of teachers and the arrogance of students.

A teacher is an ascendant personality to whom Imam Ali a.s says,"I am slave to the person who taught me even a single word, is entitled that he can sell me or set me free." Today's teachers are either ascribable to that diamond whose shine is ruined by the black dust or to that book whose pages are blured by paper moths as students are being misguided & diverted from the straight path by filling their life with idleness.In addition,current teachers make students accustomed of idleness by teaching them the jokes instead of lessons,by sitting carelessly with no care for students in class rooms instead of caring.Also,students are the energizing ajents for a nation,community,society,etc. whose one stuff can popularize the society,whose one word can aggrandize the society,can do what thousands of generations couldn't and whose pen can rejuvinate the older and rusted material even can vanish all hatred from the Earth as it is said that a pen is mighter than a sword.Here fortune is against its fate as 'modern education' gradually carries towards aberrance/ignirance.

Now if we want to see the real impact of the education, look at own daughters, sons or closest relatives , it is beyond the imagination that we can think of killing them, exposing them to fire, bury them alive , shredding them into dead pieces and ultimately watching them while their breath is fading away. This is the unambiguous transformation brought into humans and the executor is none other than the "EDUCATION". Education removed our baffling behavior and replaced it with confidential one.

"Education is our passport to the future,for tommorrow belongs to the people who prepare it for today." ~Malcolm X

Author hails from Budgam is studying in 10th standard at Babul Ilem public Hr. Sec. School Budgam Kashmir.

INTERROGATING OUR PUBLIC HEALTH CARE SYSTEM

After, seven decades of our existence, there is pervasive feeling that India's health care is in crisis. The presence of inequality and the absence of accountability have together impeded action to guard our crumbling public healthcare system. system.

The repetition of the ghastly episode were 49 children died in Farrukhabad at Dr. Ram Manohar Lohia Hospital this September is nothing but a reflection of our health inequities that is deep rooted in our public healthcare system. In all 19 children died during delivery and 30 children at the hospital's unit for newborns, reviving memories of Gorakhpur tragedy. This article reflects upon the idiosyncrasies and blemishes that is feeding our public healthcare and argues desperately for a need to interrogate our public healthcare system.

A Realistic Assessment Needed

The Bhore committee submitted its four volumes report in 1946 suggesting a short-term plan to be achieved over a period of 10 years and a long-term plan to be put in place over a period of 40 years with regard to the development of health services in the country. The recommendations proposed to develop a nationwide network of health facilities. The exhortation to cure the ailing health care system was euphoric.

The Bhore Committee report chalked out the role of the state in provision of health, laid emphasis on the need for health programme to occupy high priority in the allocation of available resources and also put forwarded an epidemiological approach to public health diagnosis and health planning. However, till date, even the objectives of the short term plan are yet to be attained.

The present disarray in the health services system of the country makes the burden on our public healthcare system appear greater and deeper today. The National Health Policy 2017 is supposedly a thrust given by the government to strengthen our healthcare system. The few upshots is that the policy pledges to reduce infant mortality rate to 28 by 2019, reduce under five mortality to 23 by 2025, it intends to achieve the global 2020 HIV target and also determined to increase life expectancy at birth from 67.5 to 70 by 2025.

However, the inclusion of a "progressively incremental assurance based approach" for realizing health care in the 2017 policy as a right in the future have justified that making health as an entitlement is a farfetched dream. Unfortunately, the failure of the health policy paradigm in the country even after introduction of guided reforms resulting in nothing but bringing more failure needs to be assessed and interrogated.

The Burden of our Public Health Care

India has taken millions of people out of poverty. However, quality and standard health care is only accessible to wealthy families in our country. The National Health Policy 2017 proposed to increase the public spending on health care from a dismal 1 percent to a meagre 2.5percent of GDP by 2020 which is itself well below the world average of 5.99 percent. However the same has not been reflected in the budget of financial year 2016-17 for the health care sector.

Public resources invested on health care are abysmally low and inequitably distributed across and within states. According to the Economic Survey of India 2017 India spends only 4 percent of its GDP on health care less than half of that in Brazil and South Africa and out of pocket payments account for the majority of it. Moreover according to the OECD Health Statistics 2014 India had only 0.7 physicians per 1000 population well below the OECD average of 3.2 and 1.1 nurse per 1000 population much lower than the average of 8.8 in OECD countries.

The small budget allocated for health care in India has significantly affected the ingress to public health care for poor people and people living in rural areas. Due to lack of available health care, the Indian life expectancy hovers at about 68 years as compared to 76 years for China and 79 for United States of America. These statistics mirrors the betrayal of State in allowing us to enjoy a healthy lifestyle.

The scarcity and the meagreness of our public healthcare have led poor Indians to rely in the services of private doctors. This had resulted in an escalation in the increase of out of pocket payments by the poor people driving many of them to acute poverty. **There is considerable ideological debate around public versus private health care services however the only way to achieve universal and equitable access to health care is strengthening the reliance on public health services.** We need to understand that there is tight knit relationship between health and economic development of a country and it is clear that the lack of investment in healthcare has affected the development of our economy.

Need for Health Referendum

There is an ever increasing public health challenges for us to surmount. These challenges include rise of people being affected by communicable diseases and non-communicable diseases on one hand and lack of effective and robust public health care system to mitigate on the other in the present. In Thailand there is strong movement to build healthy public policy through intersectoral collaboration and community participation in health reforms via National Health Assembly. A tradition of dialogue and rising level of consensus have evolved in driving health gain in Thailand. There needs to be such resistance to attenuate the challenges that beholds our public healthcare system through participatory citizenship.

However, today, the public health discourse in India is mostly guided by the market forces indebted in profit making motives. The presence of multi-national companies and pharmaceutical companies are felt as they are key stakeholders in designing our public health policy and programmes. The presence and participation of public in public health discourse today is much needed than ever before. This will empower the public to utilize their skills, affirm their rights and take up responsibility against our failing public health care system.

After, seven decades of our existence, there is pervasive feeling that India's health care is in crisis. The presence of inequality and the absence of accountability have together impeded action to guard our crumbling public healthcare system. It is about time we are done experimenting with our healthcare system and posit the quest for a more equal health care system.

Jitamanyu Sahoo and Monis Ahmad are currently working as Junior Legal and Research Consultant with the National Human Rights Commission. Views are personal.

Printer,Publisher & Owner:Waseem Raja;Editor in Chief:Waseem Raja;Ass.Editor:Mohammad Afzal Bhat;R.N.I No:JKBIL/2015/6342
Published From:Maisuma Bazar,Gaw Kadal Srinagar (J&K);Adms.Office:Natipora Sgr; Printed at:Khidmat Offeset,Abi Guzar The Bund,Srinagar;
Contact:+91-9419001884;Email:editorwilayattimes@gmail.com; Website:www.wilayattimes.com

2nd Year of Publication

Srinagar

Weekly

WILAYAT TIMES

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہل جنوں کی تدبیریں

What can the sage know my song's secret? the words of man of madness are beyond reason's ken.

Vol:03 | Issue:27 | Pages:08 | 16th October 2017 to 22nd October 2017 | Rs.5/-

"Braid-chopping" sparks fear and unrest in Kashmir

Srinagar:A wave of fear has gripped Kashmir after a series of "braid-chopping" attacks that have resulted in protests across the region.

At least 200 women in Kashmir have reported being attacked by masked assailants in the last two months.

The women claimed the attackers sprayed chemicals on their faces and left them unconscious. Upon waking up, they found their hair had been chopped off.

On Sunday, masked attackers cut off a woman's braid in Srinagar, sparking angry protests.

The 35-year-old victim said she was attacked after she responded to someone knocking at the gate of her house. Her husband - an auto-rickshaw driver - was not home at that time.

"One of the masked attackers grabbed me by my hair from behind and sprayed something on my face," the victim, Gulshan, told Al Jazeera.

"I screamed loudly before fainting. I assumed it was my husband, but."

Gulshan was unable to finish off her sentence. She started shivering amid inconsolable sobs, sitting on her bed as she relayed Sunday's events.

Hussain Ahmed, a neighbour, was the first to respond to Gulshan's screams.

"I saw her face had some sort of liquid on it and her eyes were fluttering," Ahmed said. "We tried contacting the police several times. Nobody answered our calls or came for help."

A week earlier, Sami Reyaz, 32, of Srinagar's Baghat neighbourhood had met the same fate.

"I was holding a dustbin when two people came through the main gate of our house," Reyaz said.

Like other victims, she was also rendered unconscious and her braid was sliced off.

"When I woke up, I found they had left my chopped braid near the entrance before fleeing."

The first braid-chopping incident in Kashmir was reported on September 6, when a schoolgirl, Naira Nazir, was attacked.

Such incidents have also been reported across the north Indian states of Uttar Pradesh, Punjab, Rajasthan and Haryana, as well as the capital, New Delhi.

Earlier this month, a senior police official told local media he has sought details of over 1,500 incidents, as well as history of victims from these states "to get to the root of the issue".

Government sources said police has registered more than 40 First Incident Reports against alleged braid-choppers and rumour-mongers in Kashmir.

The region's police chief SP Vaid told that the cases were being treated as a crime and has even offered a reward of $9,000 for information leading to the culprits.

"The police is doing its best," Vaid said. "We have requested the government for constituting a team so that those who are complaining of braid-chopping are properly assisted. We will be sure about things once the investigation is completed."

Vaid, however, hoped the incidents in Kashmir "will vanish soon" as they did in northern India.

The issue has now snowballed into a major political crisis.

Pro-independence groups, who oversaw protests on Monday, see a government hand behind the increase in these attacks.

"The government wants to instil fear and divert attention from the main issue which is unabated killings and other human rights violations committed by the Indian troops in Kashmir," pro-independence leader Mirwaiz Umar Farooq told Al Jazeera.

"Every other day, rebels are identified and killed and youth are arrested under the pretext of stone-pelting. Why can't the government identify these culprits," he added.

The alleged braid-choppers have frightened locals across the disputed Himalayan region opposition and rebellion against India's rule and militarisation since 1989 have already caused huge physical and mental damage on its population.

India and Pakistan each administer a portion of Kashmir, but both claim the territory in its entirety.

Nearly 70,000 people have been killed in the rebel uprising and a subsequent Indian military crackdown.

Another 10,000 people have disappeared, mostly in the custody of government forces, leaving behind an army of orphans and widows.

The fear among the local population has left several innocents exposed to public anger.

In the northern Baramulla district, locals beat a young boy who had gone to see his girlfriend. In Srinagar city, two women, who gatecrashed a wedding, were accused of braid-chopping and assaulted by the hosts and guests.

Last month, people in southern Kulgam district claimed to have caught a braid-chopper, who was rescued by Indian soldiers, stirring renewed tensions.

Earlier this month, a 70-year-old man, who had gone to relieve himself during the night, was mistaken for a braid-chopper by neighbours and killed.

On Sunday, police released pictures of six backpackers - three Australians, a South Korean, an Irish person and a Briton - who lost their way and were travelling in Srinagar, when some people surrounded them and started probing.

"Some locals tried rescuing the group and called the police. With great efforts of the police and understanding individuals in the public, the group was rescued," a police spokesman said.